# اطاعت اور احسان شناسی

(جنگ عظیم اول کی تیسری سالگرہ کے موقع پر تقریر)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

# اطاعت اور احسان شناسی

(تقریر- حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی جو آپ نے ۴- اگست ۱۹۱۷ء کو جنگ عظیم اول کی تیسری سالگرہ کے موقع پر قادیان دار الامان میں منعقدہ دعائیہ جلسہ میں فرمائی)

ہر مذہب وملت کے لوگوں کو کچھ مواقع ایسے پیش آتے ہیں کہ وہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے سامنے اونچی نظر نہیں کرسکتے لیکن اسلام جس تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور جس صداقت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے وہ ایسی کامل اور بے نقص ہے کہ کوئی کمزوری اور کوئی کمی اس میں نہیں پائی جاتی- کوئی معاملہ ایسا نہیں جس میں شریعت اسلام نے دخل دیا ہو یا جس میں دخل دینا ضروری ہو خواہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی، تمدنی ہو یا معاشرتی جسے بھی اسلام نے لیا ہے اسے ایسا کامل ایسا بے عیب اور بے نقص کرکے بیان کیا ہے کہ ذرہ کمزوری نہیں پائی جاتی- سیاست ہی کو لے لو اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف مذاہب کی وجہ سے بڑے بڑے فتنے اور فساد اور بڑی بڑی جنگیں ہوتی اور بڑے بڑے مصائب آتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ مختلف مذاہب نے اپنے پیروؤں کو سیاست کے متعلق جو تعلیمیں دی ہیں وہ ایسی ناقص ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے فتنہ پیدا ہو جاتا ہے- یہودی مذہب میں غیر مذاہب والوں سے جو سلوک روا رکھا گیا ہے اسے دیکھ کر انسان کانپ جاتا ہے- اسی طرح ہندوؤں کے ہاں دیگر مذاہب کے لوگوں کے متعلق جو تعلیم دی گئی ہے وہ بہت سخت اور خطرناک ہے- پنڈت دیانند صاحب نے اس تعلیم کا جو نقشہ ستیارتھ پرکاش میں کھینچا ہے وہ حیران کردینے والا ہے- اور اگر اس پر عمل کیا جاوے تو تباہی و بربادی میں کوئی شک ہی نہیں رہتا- یہی حال دوسرے مذاہب کا ہے- اور صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے رعایا اور حکومت کے درمیانی تعلقات کو نہایت عمدہ بنانے کا طریق بتایا ہے- اس لئے ایک مسلمان کسی حکومت کسی سلطنت اور کسی گورنمنٹ کے سامنے شرمندہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلام نے نفاق اور غداری کو سخت ناپسند فرمایا اور اس سے

سختی کے ساتھ روکا ہے اور صریح طور پر فرمایا ہے کہ یہ بڑی بے دینی اور شرارت ہے۔ یہود کا ذکر کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ ان امیوں کا ہم پر کوئی حق نہیں ہے کہ ان سے معاہدے کرکے توڑیں نہیں۔ اس قول سے نفرت کا اظہار کرتا اور انہیں جھوٹے قرار دیتا ہے۔ تو اسلام نے صاف طور پر بتادیا ہے کہ حاکم خواہ کسی مذہب اور کسی قوم کا ہو اس سے بددیانتی' بدعہدی اور بغاوت نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے معاہدات کو توڑنا جائز نہیں ہے بلکہ جو معاہدات اور اقرار ہوں انہیں ضرور نباہنا چاہئے۔

یہ ایسی لطیف اور بے عیب تعلیم ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی ایسا مسلمان جو قرآن کریم پر ایمان رکھے اور اس کے سمجھنے کی توفیق پائے وہ کسی کے سامنے نہ تو شرمندہ ہو سکتا ہے اور نہ اسے نفاق اختیار کرنا پڑتا ہے۔ پھر قرآن کریم کا یہ حکم کہ **اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ**ۚ (النساء : ۶۰) اللہ اور اس کے رسول ؐ اور جو تم پر حاکم ہو اس کی اطاعت کرو۔ اس سے تمام فتنے اور فساد اٹھ جاتے ہیں۔ اس وقت تک جس قدر ایسی مذہبی لڑائیاں ہوئی ہیں' جن لوگوں نے اپنے حکمرانوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں ان کا باعث یہی ہؤا ہے کہ جس ملک کے ساتھ ان کے بادشاہ کی لڑائی تھی وہ ان کا ہم مذہب تھا اور اپنا بادشاہ غیر مذہب کا۔ یورپ کی صلیبی جنگوں میں یہی بات تھی جو کام کر رہی تھی۔ فرانس سے بعض سیاسی وجوہات کی بناء پر جنگ شروع ہوئی تھی۔ مگر سپین اور فرانس کے لوگ اپنے بادشاہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سمجھا کہ ہمارے مذہب کے خلاف جنگ کی جارہی ہے۔ لیکن اسلام کہتا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت کرو۔ خواہ کوئی ہو اس کی اطاعت سے نکلنے کا کسی صورت اور کسی وقت بھی تمہیں حکم نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔ تو اسلام نے صاف طور پر فیصلہ کردیا ہے کہ جو کسی پر حاکم ہو اس کی اطاعت کرنا اس پر فرض ہے۔ فرماتا ہے اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کے بعد یعنی اگر تم اللہ اور اس کے رسول ؐ کی پابندی کرنے میں کوئی روک نہیں پاتے تو پھر تم پر فرض ہے کہ ان حکام کی اطاعت کرو جو تم پر حکمران ہوں۔

یہاں خدا تعالیٰ نے اولوالامر کی اطاعت کرنے کی دو شرطیں بتائی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کی اگر اطاعت کھلے بندوں کرسکو دوسرے یہ کہ اس کے رسول ؐ کے احکام کے ماننے اور ان پر عمل کرنے میں کوئی روک نہ پاؤ تو پھر اولوالامر کی اطاعت کرو۔ پس ہر ایسی حکومت جو ان فرائض

کے ادا کرنے میں روک نہ ہو جو اسلام انفرادی طور پر ایک مسلمان پر فرض کرتا ہے۔ مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ اور ان کے ادا کرنے میں آزادی ہو تو اس کی اطاعت اسلام فرض قرار دیتا ہے۔ ہاں ایسی باتیں جو افراد سے نہیں بلکہ حکومت سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً چور کے ہاتھ کاٹنا یا زانی کو سنگسار کرنا وغیرہ ان سے افراد کو کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی وہ ان کے متعلق جواب دہ ہیں اور جب ان کے ادا کرنے میں آزادی حاصل ہو تو ان پر حکومت کی اطاعت کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح اللہ اور رسولؐ کے دوسرے احکام کی اطاعت۔ اس بات پر دنیا میں عمل کرنے سے کوئی فساد اور کوئی جنگ نہیں ہو سکتی۔ یہ جنگ جو آج کل ہو رہی ہے اس میں بھی طرفین میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو آپس کے مذہبی تعلقات یا کسی اور وجہ سے اپنے ہی لوگوں کے راستہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کمزوری واقع ہو جاتی ہے اور دشمن کو کامیابی کا موقع مل جاتا ہے۔ پھر وہ لوگ جو تاریخوں سے واقف ہیں جانتے ہیں کہ اسی وجہ سے کیسی کیسی خطرناک لڑائیاں ہوئی ہیں۔ ہمارے مذہب اسلام کے خلاف جو جنگیں ہوئی تھیں ان کی بھی یہی وجہ تھی مگر اسلام کہتا ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہو اس کی اطاعت میں فرق نہ آنے دو۔ یہ نہیں کہ وہ اگر تمہارے کسی ہم مذہب بادشاہ سے برسرپیکار ہیں تو تم اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔

اس اصل کو سامنے رکھ کر دیکھ لو۔ کیا اس پر عمل کرنے سے کوئی فتنہ اور فساد پیدا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس طرح تو بہت سی جنگیں رک جاتی ہیں کیونکہ جب کوئی لڑائی کا آغاز کرنے والی حکومت دیکھے گی کہ اس کے گھر میں بڑا پختہ اتفاق و اتحاد ہے اور اس کے تمام لوگ یک جان ہو کر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں تو وہ حملہ کرنے کا خیال ترک کر دے گی۔ دشمن حملہ اسی وقت کیا کرتا ہے جبکہ گھر میں فساد اور نااتفاقی کے آثار دیکھتا ہے اور جب یہ نہ ہوں تو پھر بڑی بڑی طاقتور سلطنتیں بھی حملہ کرنے سے جی چراتی ہیں۔

اسلام کے خلاف جو صلیبی جنگیں ہوئیں ان کی یہی وجہ تھی کہ عیسائی حکومتوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے ماتحت جو عیسائی ہیں وہ حکومت سے خوش نہیں ہیں چنانچہ جب انہوں نے حملہ کیا تو گھر سے عیسائی باشندے اٹھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کا ناک میں دم کر دیا۔ تو بہت سی جنگیں اسی وجہ سے شروع ہو جاتی ہیں کہ دشمن جانتا ہے یا سمجھتا ہے کہ ان کے گھر سے ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بہت سی جنگیں رک جائیں اور اگر لڑائی

شروع بھی ہو جائے تو ایسی سلطنت جس کے گھر میں اتفاق و اتحاد ہو دشمن کا بڑی عمدگی سے مقابلہ کر سکتی اور اسے بھگا سکتی ہے کیونکہ اسے گھر کا فکر نہیں ہوتا کہ اس میں فساد پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے اس کی ساری توجہ اور قوت دشمن ہی کے اندفاع میں لگ جاتی ہے اور اسے شکست دے دیتی ہے۔ لیکن اتفاق و اتحاد اس طریق سے پیدا ہوتا ہے جو اسلام نے بتایا ہے اور جس کی تلقین اس نے اپنے پیروؤں کو کی ہے کہ اپنی حکومت کی اطاعت کرو۔ ایسی اعلیٰ اور بے نقص تعلیم اور کوئی مذہب نہیں پیش کر سکتا۔ دیگر مذاہب اپنے اپنے مذہب کے بادشاہ کی اطاعت کی تعلیم تو دیں گے اور اس کی فرمانبرداری کا بھی حکم کریں گے۔ مگر قرآن کریم کے سوا اور کسی مذہب کی کتاب میں یہ نہیں ہوگا کہ غیر مذہب کے حکمران کی بھی اطاعت کرو حالانکہ اصل سوال یہی ہے جس کا جواب ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اپنے مذہب کے حکمرانوں کی اطاعت تو اکثر کرتے ہی ہیں کیونکہ وہ اسے اپنی ہی حکومت سمجھتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مذہب کا حاکم ہو تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے اس کا جواب سوائے قرآن کریم کے اور کوئی کتاب نہیں دیتی۔ قرآن ہی کہتا ہے کہ تمہارا حاکم خواہ کوئی ہو تم نے جو اس سے اطاعت اور فرمانبرداری کا معاہدہ کیا ہے اس کے کبھی خلاف نہ کرنا اور اس کی ضرور اطاعت کرنا۔

تو قرآن کریم نے یہ ایک ایسا اصل بتا دیا ہے کہ اگر تمام لوگ اس پر عمل کریں تو ہونے والی نصف جنگیں اسی سے رک سکتی ہیں۔

اسلام کی اسی تعلیم کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو بار بار اور بڑے زور سے گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ وہ شرطیں جو قرآن کریم نے رکھی ہیں وہ چونکہ اس سلطنت میں پوری ہوتی ہیں اس لئے اس کی اطاعت بھی فرض ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (النساء : ۶۰) کہ اول اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور پھر اولوالامر کی کرو۔

پس اب جبکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی وہ اطاعت جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتی ہے اس میں ہمیں آزادی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اولوالامر کی اطاعت نہ کی جائے۔ اس طرف آپ نے بڑے زور سے اور بڑی کثرت کے ساتھ توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ میں نے کوئی کتاب یا اشتہار ایسا نہیں لکھا جس میں گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت کی طرف اپنی

جماعت کو متوجہ نہیں کیا۔ پس حضرت صاحب کا اس طرف توجہ دلانا اور اس زور کے ساتھ توجہ دلانا اس آیت کے ماتحت ہونے کی وجہ سے گویا اللہ اور اس کے رسولؐ کا ہی توجہ دلانا ہے۔ اس سے سمجھ لو کہ اس طرف توجہ کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

بہت لوگ نادانی سے اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اس میں اس حاکم کی اطاعت کا حکم ہے جو اپنے مذہب کا ہو کیونکہ مِنْکُمْ کے معنی "تم میں سے" ہیں اور جب کوئی ہم میں سے ہوگا تو مسلمان ہی ہوگا۔ مگر یہ معنی درست نہیں ہیں کیونکہ دوسری کئی جگہ خدا تعالیٰ نے معاہدات کی پابندی اور معاملات کے اچھا اور عمدہ رکھنے کا حکم دیا ہے لیکن کیسی تعجب اور حیرانی کی بات ہوگی اگر اس آیت میں صرف اپنے ہم مذہب حکمرانوں کی اطاعت کا حکم ہو اور دوسروں سے بغاوت اور غداری کو روا رکھا گیا ہو۔ کیا دوسری آیات پر عمل کرنا بھی چھوڑ دیا جائے گا یا ان کے لئے منافقت اختیار کی جائے گی۔

پھر اگر مِنْکُمْ کے یہی معنی لئے جائیں کہ "تم میں سے" تو پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سے مراد اپنی قوم کا حاکم ہے جب ہماری قوم کا کوئی حاکم ہوگا اس وقت اس کی کوئی بات مانیں گے دوسرے کی نہیں مانیں گے۔ مثلاً سید کہیں کہ ہم اسی حاکم کو مانیں گے جو سید ہو۔ مغل کہیں ہم اسی افسر کی بات قبول کریں گے جو مغل ہو۔ اور ہر قوم کے لوگ یہی کہیں تو کیا اس طرح دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے یا کوئی حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

پھر ایک گھرانہ کے لوگ کہیں کہ اگر ہم میں سے کوئی حاکم ہوگا تو اس کی مانیں گے اور کی نہیں مانیں گے۔ اسی طرح ایک گھر کے لوگ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے ہی گھر کے حاکم کی مانیں گے اس طرح تو ایسی ابتری پھیلتی ہے کہ کوئی انتظام قائم ہی نہیں رہ سکتا اس لئے اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر اس کے عام معنی لئے جائیں تب مطلب درست ہو سکتا ہے ورنہ اپنے مرکز سے اس لفظ کے معنوں کو ہٹا کر کوئی معنی بن ہی نہیں سکتے اور کسی آیت کے ایسے معنی کرنے جن کا کوئی مطلب ہی نہ ہو کسی مؤمن کا کام نہیں ہو سکتا۔ مؤمن کا تو یہ کام ہے کہ جو معنی وسیع اور اعلیٰ مطالب ظاہر کرنے والے ہوں ان کو بیان کرے۔

چنانچہ یہ بات تمام فرقوں کے مفسرین کے نزدیک مسلّم ہے کہ وہ کہتے ہیں جو عام لفظ ہو اس کے معنی عام ہی کرنے چاہئیں۔ تو مِنْکُمْ کے جو وسیع معنی ہیں وہ لئے جائیں گے اور وہ یہ ہیں کہ انسانوں میں خواہ کسی مذہب یا قوم کا حاکم ہو اس کی اطاعت کرنی چاہئے۔ یا مِنْ کے معنی علیٰ

کیئے جائیں گے کہ جو تم پر حاکم ہو ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو- یہاں خدا نے مِنْكُمْ فرما کر ایک اور فتنہ کی جڑ کاٹ دی ہے اور وہ اس طرح کہ مِنْكُمْ سے اس طرف متوجہ کیا ہے کہ جو تم پر بادشاہ ہو- اس کی اطاعت کرو نہ کہ ہر ایک بادشاہ جو تمہیں کوئی حکم دے اسے مان لو- اس سے دوسروں کی زبردستی کی حکومت اور ان کی بات مان کر اپنے بادشاہ سے غداری کرنے کو روک دیا گیا کہ اگر کوئی غیر بادشاہ تمہیں کچھ کہے تو اس کا ماننا تم پر فرض نہیں ہے- اس طرح بھی بہت سے فساد اور فتنے مٹ جاتے ہیں-

خیر میں نے بتایا کہ اس آیت میں اطاعت حکام کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ شرط یہ رکھی ہے کہ جب تمہیں اللہ اور اس کے رسول ؐ کے احکام ماننے میں آزادی ہو تو تم پر اطاعت حکام فرض ہے- پس جبکہ ہمیں گورنمنٹ برطانیہ میں یہ آزادی حاصل ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اولوالامر کی اطاعت نہ کریں- پھر ہماری اطاعت صرف اس لئے نہیں کہ دنیاوی لحاظ سے ہمیں اس حکومت سے تعلق اور واسطہ ہے بلکہ اس لئے ہے کہ قرآن کریم کا حکم ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ ہے- پس ہم پر گورنمنٹ کی اطاعت دوسرے مذاہب کے لوگوں کی نسبت زیادہ فرض ہے کیونکہ اسلام نے کھول کھول کر اس کو بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنی گورنمنٹ کی اطاعت کریں- چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا عملی ثبوت دیا ہے- آپ نے تمام عمر حکومت کی اطاعت کی اور دوسروں کو ایسا کرنے کی تلقین فرماتے رہے لیکن کچھ ایسے لوگ ہیں جو بظاہر اطاعت کرتے ہیں اور اگر ان کا بس چلے تو حکام کو کھا جائیں- مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو امام مہدی کے تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے دل سے پوچھنا چاہیئے کہ کیا گزرتی ہے- کچھ عرصہ ہؤا میرے پاس ایک سرکاری آفیسر بیٹھا تھا- میں نے اسے بغداد کے فتح ہونے کی خبر سنائی تو اس کا رنگ زرد ہو گیا اور اس نے سخت ناپسند کیا- مگر اسلام کی یہ تعلیم نہیں ہے-

اسلام کہتا ہے کہ اپنے حکمرانوں کی سچے دل سے اطاعت کرو- پس ہم جو گورنمنٹ کی اطاعت کرتے ہیں تو اسی کے ماتحت نہ کہ کسی پر احسان کرتے ہیں- کیونکہ جس طرح ہم کو نماز- روزہ- حج- زکوٰۃ دینے کا حکم ہے- اسی طرح حکومت کی اطاعت کرنے کا حکم ہے- ہم نماز پڑھتے ہیں مگر کسی پر احسان نہیں کرتے- ہم روزہ رکھتے ہیں مگر کسی پر احسان نہیں کرتے- ہم زکوٰۃ دیتے ہیں مگر کسی پر احسان نہیں کرتے- ہم حج کرتے ہیں مگر کسی پر احسان نہیں کرتے اور جو ان

میں سے کوئی حکم نہیں مانتا اپنی ذات اور اپنی روح کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی طرح ہم گورنمنٹ کی اطاعت کرتے ہیں مگر کسی پر احسان نہیں کرتے اور جو نہیں کرتا وہ اپنی روح کو نقصان پہنچاتا ہے اور یہ ایسا ہی انسان ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے دوسرے احکام کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ کبھی کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ کسی خدا کے برگزیدہ یا پیارے انسان یا کسی مؤمن نے اپنی حکومت سے غداری کی ہو۔ ایسے لوگ ہرگز غدار نہیں بلکہ اطاعت شعار اور فرمانبردار ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے بغیر خدا تعالیٰ کا قرب بھی حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ حکام کی اطاعت کرنے کا حکم بھی خدا تعالیٰ ہی کا حکم ہے اور اس لئے اس حکم کا توڑنا اسی طرح ہے جس طرح نماز۔ روزہ اور دیگر احکام وغیرہ کا توڑنا۔ تو ہر مؤمن کو اپنی روح کے بچانے کے لئے جس طرح نماز کا پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح حکام کی اطاعت کرنا ضروری ہے پس اس کا پورا کرنا بھی ہم پر فرض ہے اور نہایت ضروری فرض ہے کیونکہ یہ وہ حکم ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے مونہہ سے دیا ہے۔ نبی کے دیئے ہوئے احکام بھی اس کے ماننے والوں کے لئے قابل اتباع ہوتے ہیں۔ مگر جو خدا دے وہ تو بہت ہی ضروری ہوتے ہیں۔

تو گورنمنٹ کی اطاعت کرنا اسلام کا حکم ہے اور جہاں ہم اور کئی ایک مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں وہاں ہمارے لئے اطاعت اولوالامر کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ پس ہمیں سچے دل سے اس پر عمل کرکے ثابت کردینا چاہئے کہ ہم ہی اسلام کے ہر ایک حکم کو بڑی خوشی اور عمدگی سے پورا کرنے والے ہیں۔

بہت لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہمیں حقوق نہیں دیتی اگرچہ میرا اس بات سے اختلاف ہے کہ کوئی ایسے حقوق ہیں جو گورنمنٹ نہیں دیتی لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ بات درست ہے تو میں کہتا ہوں کہ کسی چیز کے حصول کے طریق کئی ایک ہوتے ہیں۔ جن میں سے بعض سے فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے اور بعض امن و امان کے ساتھ جاری رکھنے والے ہوتے ہیں اور کسی عقلمند اور دانا انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ ان طریق سے کام لے جو فتنہ و فساد پیدا کرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے خود رعایا کے لئے تباہی و بربادی کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ دیکھو بنگال میں جو شورش کی گئی اس سے گورنمنٹ کو کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچا مگر رعایا لٹ رہی ہے، ڈاکے پڑ رہے ہیں، قتل ہو رہے ہیں، فساد و فتنہ پھیل رہا ہے کیوں؟ اس لئے کہ حکومت کا رعب ہی ہوتا ہے اور اسی سے ملک میں امن قائم رہتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ

نے بھی فرمایا ہے۔ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ (بخاری کتاب الجہاد باب قول النبی ﷺ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر) مجھے رعب کے ساتھ نصرت دی گئی ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے تلوار یا اور کسی چیز سے نصرت دی گئی ہے۔نپولین کے متعلق یہ واقعہ لکھا ہے کہ جب وہ قید سے بھاگ کر فرانس آیا تو بادشاہ نے جن لوگوں کو اس کے مقابلہ پر بھیجا ان سے بڑی بڑی سخت قسمیں لیں اور انہوں نے اقرار کیا کہ ہم مقابلہ سے کبھی نہیں ہٹیں گے اور نپولین کو مار بھگا دیں گے۔اس وقت نپولین کے ساتھ صرف چند آدمی تھے اور ان کی بہت بڑی سپاہ تھی۔ اس لئے وہ ڈرے کہ نہ معلوم کیا انجام ہو۔ نپولین نے انہیں تسلی دی اور کہا دیکھو تو سہی کیا ہوتا ہے۔ جب فوج سامنے آئی تو نپولین اکیلا گھوڑا دوڑا کر اس کے آگے چلا گیا اور سینہ سامنے کر کے کہنے لگا۔ لو! اپنے بادشاہ کے سینہ میں گولی مارو۔ اس سے سب نے آسمان کی طرف بندوقیں چلا دیں اور کہا کہ ہمارا بادشاہ سلامت رہے۔ تو رعب ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے سامنے کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رستم کے متعلق ایک قصہ سناتے تھے کہ اس کے گھر ایک دفعہ چور آیا اور رستم سے اس کی لڑائی شروع ہو گئی جسے گرا کر وہ چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور مارنے لگا اس پر رستم نے سمجھا کہ اسے معلوم نہیں کہ میں کون ہوں۔ اس لئے اس نے کہا۔ رستم آگیا۔ رستم آگیا۔ یہ سن کر چور بھاگ گیا۔ اصل رستم کو تو اس نے گرا لیا۔ مگر اس کے نام سے بھاگ گیا۔ یہ رعب ہی تھا۔ تو رعب ایک ایسی چیز ہے کہ اسی کی بناء پر حکومتیں قائم رہتی ہیں اور جس حکومت کے رعب میں فرق آجائے۔ وہ خواہ کس قدر طاقت رکھتی ہو کچھ نہیں کر سکتی نہ امن قائم رکھ سکتی ہے اور نہ فساد و فتنہ روک سکتی ہے۔ وہ لوگ جو ملک میں فتنہ و فساد ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ حکومت کے رعب کو ہی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس کا ایسا خطرناک نتیجہ ہو گا کہ تمام ہندوستان یاد ہی رکھے گا۔ ایسے لوگ حکومت کے دشمن نہیں بلکہ ہندوستان کے دشمن ہیں۔ گورنمنٹ کے خلاف تقریریں کرنا اس کے خلاف لوگوں میں نفرت اور بددلی پھیلانا اس کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اپنے ملک کو نقصان پہنچانا ہے۔ یہ ان لوگوں کی نادانی اور بے وقوفی ہے جسے اسلام پسند نہیں کرتا۔ اسلام کوئی جائز مطالبہ کرنے سے نہیں روکتا بلکہ رسول سے بھی مطالبہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول کان ہے اسے اپنی بات سناؤ۔ وہ سنتا ہے مگر اس طریق سے کسی مطالبہ کی ہرگز اجازت نہیں دیتا جس سے حکومت کے رعب میں فرق آئے اور رعیت میں شوخی و شرارت پیدا ہو۔

دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے بھی کئی مطالبے کئے اور میموریل بھیجے ہیں مگر کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ان میں وہی طرز اختیار کیا گیا ہے جسے آج کل لوگ اختیار کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو ایسے حقوق جو جائز ہیں ان کے لئے بے شک ادب اور تہذیب سے مطالبہ کیا جائے، وفد بھیجے جائیں، درخواستیں کی جائیں لیکن ایسے طریق نہ اختیار کئے جائیں جن سے حکومت کے رعب میں فرق آئے۔ اس کو اسلام سخت ناپسند کرتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسے سخت ناپسند فرمایا اور اس قسم کا کوئی فعل کرنے والوں کو سخت سرزنش کی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک سٹرائک میں حصہ لینے والے کو اپنی جماعت سے نکال دیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے لئے رستہ صاف کر دیا ہے اور وہی راہ تجویز کر دی ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ نے تجویز کی ہوئی ہے اور یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر نہ کبھی کسی کو نقصان ہؤا اور نہ آئندہ ہو گا۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ نے کس قدر صبر اور تحمل دکھایا۔ آپ کو کیسی کیسی تکلیفیں اور ایذائیں دی گئیں۔ آپ کے ساتھیوں کو کس قدر ستایا گیا۔ اگر وہ اس طریق کو جائز سمجھتے جو آج کل جائز سمجھا جاتا ہے تو وہ کیوں اسی طرح نہ کرتے مگر انہوں نے اس کو جائز نہ سمجھا۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان پر ایسا فضل کیا کہ ان کی تمام تکلیفیں دور ہو گئیں اور وہ جو ان کو دکھ دیتے تھے ان کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے کیوں؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کبھی اپنے نیک بندوں پر ظالم حکمرانوں کو قائم نہیں رہنے دیتا۔ ہاں جو خود ظالم اور خدا سے دور ہوں ان پر حاکم بھی ظالم ہی مقرر کئے جاتے ہیں۔ حاکم و محکوم، افسر و ماتحت پر ایک دوسرے کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ اگر رعایا میں جھوٹ۔ بد دیانتی۔ دغا۔ فریب وغیرہ عیب ہوں گے تو حکمرانوں میں بھی پائے جائیں گے۔ اسی طرح اگر رعایا بھی ان باتوں سے پاک ہو گی تو حکام میں بھی یہ نقص نہیں ہوں گے۔

پس اگر لوگ سچے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں تو انہیں کسی قسم کی شکایت ہی نہ پیدا ہو اور اگر ہو تو بڑی آسانی اور سہولت سے دور ہو جائے۔

ہم کہتے ہیں اور باتوں کو جانے دو۔ تبلیغ اسلام کو لے لو جو ایک بہت ضروری فرض ہے۔ کیا مسلمان اس کو پورا کر رہے ہیں ان کا جتنا روپیہ اور وقت سیاسی جھگڑوں میں خرچ ہوتا ہے (آج کل کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کا کم از کم نصف وقت روزانہ سیاسی معاملات میں خرچ ہوتا ہے) اس کا ایک حصہ بھی اگر تبلیغ اسلام کے لئے خرچ کریں تو بڑے شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر اس وقت دو لاکھ مسلمان بھی ایسے سمجھ لیں جو سیاست میں حصہ لینے والے ہیں اور یہی

لوگ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (اٰل عمران : ۱۱۱) پر عمل کرتے تو آج لاکھوں انگریز مسلمان ہو گئے ہوتے اور مسلمانوں کی تعداد کروڑوں کروڑ ہو جاتی اور اس طرح وہ حکومت جسے غیر حکومت کہتے ہیں غیر نہ رہتی بلکہ اپنی ہو جاتی۔ اب بھی اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ غیر مذہب کی حکومت کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ حالانکہ یہ غلط ہے تو ہم کہتے ہیں اسے غیر نہ رہنے دو۔ اسلام سکھا کر اپنے بنا لو۔ پس اس وقت تمہارے سامنے دو طریق ہیں۔ جن میں سے ایک تو قرآن کریم کے خلاف ہے اور دوسرا مطابق کہ انگریزوں کو تبلیغ اسلام کرو اور انہیں اسلام میں لے آؤ۔ اس طرح اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کے جو معنی تم کرتے ہو وہ بھی پورے ہو جائیں گے۔ مگر افسوس کہ مسلمان یہ طریق اختیار کرنا تو پسند نہیں کرتے اور وہ اختیار کر رہے ہیں جو قرآن کریم کے خلاف ہے اور جس کا نتیجہ کبھی کامیابی نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں کبھی آرام اور سکھ نصیب ہو سکتا ہے۔ مسلمان اگر قرآن کریم پر غور کرتے تو اس رستہ پر نہ چلتے کیونکہ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی حکومتوں کا مقابلہ کرنے سے نہیں ہوگی بلکہ اسی طرح ہوگی جس طرح حضرت مسیح ناصری کے وقت ہوئی تھی۔ سورۃ بنی اسرائیل میں بنی اسرائیل پر دو تباہیاں آنے کا ذکر ہے اور دوسری تباہی کے بعد جو لوگ بچے اور جنہوں نے ترقی کی ہے وہ عیسائی تھے۔ ان کی ترقی اس طرح ہوئی کہ غیر مذہب کی حکومت جس کے وہ ماتحت تھے عیسائی ہو گئی۔ آج بھی مسلمانوں کی ترقی اسی طریق سے ہو سکتی ہے اور ہوگی نہ کہ سیاسی منصوبے باندھنے اور حکومت کے خلاف کوششیں کرنے سے۔ دیکھو یہود نے اس وقت حکومت کے خلاف منصوبے باندھنے اور فتنے پیدا کرنے شروع کئے تو اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ ٹائٹس نے ان کو تباہ و برباد کر کے ان کے معبد میں خنزیر ذبح کیا۔ مگر عیسائیوں کی کوشش اور امن پسندی کا یہ نتیجہ ہؤا کہ حکومت ہی عیسائی ہو گئی۔

آج بھی اگر مسلمان غور کرتے اور دیکھتے کہ ایک انسان نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس کو مان لیا اور بہتوں نے انکار کر دیا۔ ماننے والوں نے امن کے ساتھ تبلیغی کوششیں شروع کر دیں۔ اور نہ ماننے والوں نے فتنہ و فساد پھیلانا اور حکومت کے خلاف کوششیں کرنا شروع کر دیں۔ جس کا نتیجہ ان کے لئے تو تباہی و بربادی نکلا اور ماننے والوں کو یہاں تک ترقی ہوئی کہ غیر مذہب کی حکومت نے ان کا مذہب اختیار کر لیا۔

اس زمانہ میں بھی ایک شخص نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لئے اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کا بھی وہی انجام ہو گا جو پہلے مسیح کے ماننے اور نہ ماننے والوں کا ہؤا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا وہی طریق ہے جو پہلے مسیح اور اس کی جماعت کا تھا لیکن دوسرے لوگ اس راستہ پر چل رہے ہیں جس پر پہلے مسیح کے نہ ماننے والے چلے تھے۔ کوئی کہے کہ مرزا صاحب نے مسیح ناصری سے مشابہت حاصل کرنے کے لئے وہی طریق اختیار کر لیا ہے جو مسیح ناصری کا تھا۔ ورنہ دراصل مسیح موعود آپ نہیں۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ اگر اس طرح کہا جائے کہ ایک ایسا آدمی آئے گا جس کا کوٹ کالا ہو گا۔ پگڑی اس طرح کی ہو گی اور اس کے دشمن اس اس طرح کرنے والے ہوں گے تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی کالا کوٹ پہن لے اور پگڑی بھی اسی طرح کی باندھ لے لیکن یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ اپنے دشمن بھی ایسے ہی فعل کرنے والے پیدا کر لے۔

پس اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے مسیح ناصری سے مشابہت اختیار کرنے کے لئے خود ان کا طریق اختیار کیا اور اپنی جماعت کو کرایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ پھر آپ کے مخالفین نے کیوں وہ طریق اختیار کیا ہے جو حضرت مسیح کے مخالفین (یہود) نے اختیار کیا تھا۔ کیا انہوں نے بھی یہود سے مشابہت حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ یہود نے سیاسی انجمنیں بنائی تھیں اور حکومت کے خلاف منصوبے کئے تھے۔ شورشیں پھیلائی تھیں۔ آج یہی نظارہ ہم مخالفین مسیح موعودؑ میں دیکھتے ہیں۔ جس طرح وہاں نہ ماننے والوں نے سیاسی انجمنیں بنائی تھیں اور ماننے والوں نے تبلیغ، اسی طرح یہاں ہے۔ جس طرح وہاں ایک غیر قوم کی حکومت تھی اسی طرح یہاں ہے۔ جس طرح وہاں حضرت مسیح نے حکومت کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے کہا تھا کہ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو۔ اسی طرح یہاں حضرت مسیح موعودؑ نے گورنمنٹ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ پس جب ان سب باتوں میں مشابہت پائی جاتی ہے تو ضرور ہے کہ جو نتیجہ وہاں نکلا تھا یہاں بھی نکلے اس لئے مسلمانوں کو اس مثال سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور اسی طریق کو اختیار کرنا چاہئے جس کا نتیجہ عمدہ نکل چکا ہے۔ اس میں نہ حکومت کے کسی حکم کی خلاف ورزی ہے نہ قرآن کریم کی۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس وقت تک اس کو اختیار نہیں کیا اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہاں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو یہی طریق سکھایا اور اسی پر چلایا ہے اور میں بھی اسی پر چلانا چاہتا ہوں۔ پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ انگریزوں کو

تبلیغ کریں اور اپنا ہم عقیدہ و ہم خیال بنانے کی کوشش کریں۔ باقی سیاسی طور پر جو تکلیف یا ضرورت ہو اس کی طرف ادب اور تہذیب سے انہیں متوجہ کریں۔ ہم پر اس حکومت کے بڑے بڑے احسان ہیں۔ سکھوں کے زمانہ میں تو مسجدوں میں اذان دینے کی بھی اجازت نہ تھی۔ ایک دفعہ ایک گائے کی قربانی کرنے کی وجہ سے سات ہزار آدمی مروائے گئے۔ یہ اور اسی قسم کے اور بے شمار مظالم کئے جاتے تھے۔ جن پر کوئی لمبا عرصہ نہیں گزرا اور اگر گزر بھی جائے تو کیا انہیں بھلا دینا چاہئے۔ قرآن کریم حضرت موسیٰؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ وغیرہ انبیاء کے واقعات پیش کرتا ہے۔ اگر دور کے واقعات بھلا دینا جائز ہوتے تو ان کو نہ بیان کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کو گزشتہ واقعات بھلانے نہیں چاہئیں بلکہ ان سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ پس بڑے نادان ہیں وہ لوگ جو سکھوں کا عہد بھلا بیٹھے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس وقت کیسے کیسے مظالم ہوتے تھے۔ لاہور میں مسجدیں بند اور مولویوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ اگر مسلمان ان باتوں کو سوچیں تو خدا تعالیٰ کا شکر کریں کہ اس نے ایسی حکومت بھیج دی ہے اور یہ حکومت کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسی آزادی دے رکھی ہے اس قدر امن قائم کیا ہؤا ہے۔ اس قدر آرام و آسائش کے سامان بہم پہنچائے ہوئے ہیں۔ نادان کہتے ہیں کہ ہم پر گورنمنٹ کے کیا احسان ہیں۔ اپنی حکومت اچھی اور اعلیٰ طور پر کرنے کے لئے اس نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں اگر اس طرح گورنمنٹ کا کوئی احسان نہیں رہتا تو پھر ماں باپ کا بھی اولاد پر کوئی احسان نہیں رہتا کیونکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی شہوت رانی کی تھی اور میں پیدا ہو گیا۔ پھر میں انہیں اچھا لگتا تھا اس لئے وہ مجھے پالتے رہے لیکن کیا کہنے والے کو کوئی عقلمند اچھا کہے گا نہیں بلکہ ملامت ہی کرے گا۔ اس طرح گورنمنٹ نے جو رفاہ عام کے کام کئے ہیں ان سے اسے بھی فائدہ پہنچتا ہے لیکن چونکہ ہم بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس لئے ہم پر گورنمنٹ کا احسان ہے۔ اور هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن : ۶۱) اسلام احسان کا بدلہ احسان رکھتا ہے۔

دراصل لوگوں نے احسان کے معنی نہیں سوچے اگر وہ ایسا کرتے تو یہ کبھی نہ کہتے کہ گورنمنٹ کے ہم پر کیا احسان ہیں کیونکہ اس طرح تو دنیا میں احسان کچھ رہتا ہی نہیں۔ ایک ایسے شخص کو جو درد سے کراہ رہا ہو کوئی گھر لے آئے اور علاج و معالجہ کرے لیکن جب وہ اچھا ہو جائے تو کہے اس کا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے اس کا اپنا دل چاہتا تھا اسلئے مجھے اٹھا لایا میں نے تو اسے نہیں کہا تھا۔ اسی

طرح ہر ایک بات کے متعلق کہا جاسکتا ہے پھر کیا احسان کچھ ہے ہی نہیں؟ بات یہ ہے کہ احسان میں احسان کرنے والے کو بھی فائدہ پہنچ جاتا ہے مگر وہ فائدہ کبھی پیش نظر ہوتا ہے اور کبھی پوشیدہ تو ایسا فعل جس کا نتیجہ دوسرے کے لئے اچھا نکلے اس کو احسان کہتے ہیں۔ تو نادان ہے وہ جو کہتا ہے کہ گورنمنٹ نے ہم پر کیا احسان کیا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت ایک جنگ ہوئی تھی اور اب بھی ایک جنگ شروع ہے مگر وہ جنگ اس کے مقابلہ میں بہت چھوٹی تھی۔ اس وقت کی حضرت مسیح موعود کی تحریریں موجود ہیں۔ اس وقت گورنمنٹ کے لئے چندے اکٹھے کئے گئے۔ مدد دینے کی تحریکیں کی گئیں۔ دعائیں کرائی گئیں۔ آج بھی ہمارا فرض ہے کہ ایسا ہی کریں۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ یہ جنگ دنیا کے گناہوں کی وجہ سے اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے لئے شروع ہوئی ہے مگر باوجود اس کے ہم پر جو گورنمنٹ کے احسان ہیں اور جو آرام پہنچ رہے ہیں وہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسا کریں۔

اس وقت تک ہماری جماعت نے کئی ایک طریق سے گورنمنٹ کی مدد کی ہے۔ جماعت کی تعداد کے لحاظ سے ہمارے بہت سے آدمی میدان جنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ پنجاب کی آبادی کے تناسب سے ہمارے حصے دو تین سو آدمی بنتے ہیں۔ مگر اس وقت تک ہزار کے قریب جاچکے ہیں اور ہر فن اور ہر کام کے گئے ہیں۔ یونیورسٹی ڈبل کمپنی میں جو ۶۰ (ساٹھ) آدمی لئے گئے ہیں۔ ان میں پانچ چھ ہماری جماعت کے ہیں۔ جن میں سے ایک ایم۔ ایس۔ سی ہے۔ جو غالباً سب سے بڑا ڈگری یافتہ ہے تو ہماری جماعت نے اپنی طاقت اور ہمت سے بڑھ کر حصہ لیا ہے۔ مگر ایک اور کام بھی ہے جس کا کرنا ضروری ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے زبانی سنا تھا۔ شاید آپ نے کہیں لکھا بھی ہو کہ ایک خطرناک جنگ ہوگی۔ معلوم نہیں اس وقت ہم ہوں گے یا نہیں ہوں گے۔ مگر گورنمنٹ کے لئے اسی وقت دعا کردیتے ہیں کہ خدا اسے کامیاب کرے۔ انبیاء کے بھی کیسے پاک دل ہوتے ہیں اور کیسا احسان کا بدلہ احسان کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ ایک وقت ہندوستان میں ایسا آنے والا ہے کہ جب سب فرقے گورنمنٹ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اس وقت صرف میری ہی جماعت ہوگی جو فرمانبردار رہے گی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنی جماعت پر اس بات کا اعتبار کیا ہے کہ وہ ہمیشہ گورنمنٹ کی اطاعت شعار رہے گی۔

اب حضرت مسیح موعودؑ تو فوت ہو گئے مگر جنہوں نے آپ کو مانا اور قبول کیا ان کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی فتح یابی کے لئے دعا کریں۔ آج اس جنگ کے تین سال ختم ہوتے ہیں اور معلوم نہیں کہ کب تک رہے گی۔ ہمارا کام تو ہر وقت ہی دعا کرنا ہے۔ مگر آج چونکہ لڑائی کا نیا سال شروع ہوتا ہے اور جس طرح اسلام نے نئے سال کے شروع ہونے پر نماز رکھی ہے کہ اس میں دعائیں کریں کہ اچھا سال گزرے۔ اسی طرح آج ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس سال میں جو آج سے شروع ہو گا۔ اس لڑائی کا کوئی اچھا فیصلہ کرے اور یہ جنگ جلد ختم ہو اور خدا تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا کر دے۔ جس میں حکومت برطانیہ کا فائدہ ہو۔ مگر کہتے ہیں۔

ع جدھر دیکھتا ہوں ادھر تُو ہی تُو ہے

اس لئے ہماری دعا میں یہ بات بھی شامل ہو گی کہ خدا تعالیٰ دین کی تبلیغ کے بھی سامان پیدا کر دے تاکہ ہم پہلے کی نسبت بہت زیادہ اشاعت اسلام کر سکیں۔ (الفضل ۱۴۔ اگست ۱۹۱۷ء)